

تحکیم کی مشروعیت، حکمت و اہمیت

Condition of Tahkim, its importance and significance

*عبدالبارط

**ڈاکٹر قاری واحد بخش



ABSTRACT

Allah Almighty has endowed human nature with the attribute of tanafs (going ahead of each other) and dominating (overcoming each other) which lead human beings to mutual strife and disorder. shariat-e Islamia has ordered the establishment of a judicial system to end the feud between the parties and establish justice. There is also permission for mutual reconciliation and consolidation (mediation) between the parties. The term "Tahkeem" in Shari'a is a contract in which two or more persons agree to give one person or more persons the power to resolve a dispute between them, instead of going to a judge. In this research article, the legitimacy of arbitration has been stated in the light of Qur'an and Sunnah. "Tahamule-e sahaba" and previous Shari'ahs has also proved the justification of Arbitration. Also, the wisdom and importance of justification of consolidation has been explained. Islamic law is the easiest way to resolve disputes. And this ease is not as strong in the judicial system as it is in consolidation. As the reconciliation aspect prevails in the settlement, the dispute is settled and the bitterness in the hearts of the parties also goes away. Due to the long court system, financial savings, elimination of hostilities, easy access to arbitrators, observance of Sharia, and cover-up of family issues and other benefits, people prefer to settle their disputes through Arbitration rather than judicial system.

Key words: Hadith, Tahkeem, Hikmat, Salesi

اللہ تعالیٰ نے انسانی طبیعت میں تنافس یعنی ایک دوسرے سے آگے بڑھنے اور تعالاب یعنی ایک دوسرے پر غالب آنے کی صفت رکھی ہے۔ جو انسانوں کو باہمی جھگڑے اور فساد کی طرف لے جاتی ہے۔ فریقین کے درمیان باہمی جھگڑا ختم کرنے اور عدل و انصاف قائم کرنے کے لیے شریعت اسلامیہ نے جہاں عدالتی نظام قائم کرنے کا حکم دیا ہے وہاں فریقین کے درمیان باہمی صلح اور تحکیم (ثالثی) کی بھی اجازت دی ہے۔

اسلام دین فطرت ہے۔ اس نے اپنے پیروکاروں کی رہنمائی ہمیشہ ایسے ضابطہ حیات کی طرف کی ہے جس پر عملدرآمد آسان اور سہل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ کو جب بھی دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا آپ نے آسان تر کو عمل کیلئے اختیار فرمایا۔ انسان مدنی الطبع ہے اور اجتماعی زندگی کے بغیر اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل نہیں کر سکتا اجتماعی زندگی میں مفادات کے حصول میں ایک دوسرے کے ساتھ کبھی کبھی اختلافات پیدا ہوتے ہیں اور اختلافات کے نتیجے میں کبھی کبھی تنازعات پیدا ہوتے ہیں اور تنازعات کے

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ و عربی، گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

حل اور تصفیہ کا ایک بہترین طریقہ تجکیم ہے۔ تنازعات کے حل کے لیے شریعت اسلامیہ نے آسان تر طریق کو ترجیح دی ہے۔ اور یہ آسانی جس قدر تجکیم میں ہے اس قدر عدالتی نظام میں نہیں ہے۔

تجکیم کے لغوی معنی

تجکیم کا لفظ باب تفعیل سے مصدر ہے۔ حَكَمَ يُحَكِّمُ تحکیمہ جس کے معنی ہیں ”کسی کو حکم دینا“ یعنی کہہ دینا کہ وہ فریقین کے درمیان فیصلہ کرے۔ اس کے معنی ”جانچنے“ کے بھی آتے ہیں۔

حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ حَكَمَ الیتیم کما تحکم ولدک۔ ”یتیم بچے کو اس کا مال دینے سے پہلے اس کو اس طرح جانچو جس طرح اپنے بچے کو جانچتے ہو یعنی یہ معلوم کرو کہ وہ اس مال و دولت کو سنبھالنے کا اہل ہے اور اس مال کو ضائع تو نہیں کرے گا۔“ نیز حکم کے معنی ہیں ”رہنما“ اور حاکم کو اس لیے حاکم کہا جاتا ہے کہ وہ ظلم کرنے والے کو ظلم سے روکتا ہے۔ (1)

ثالث کو عربی زبان میں حَكَمَ اور مُحَكَّم کہتے ہیں اور ثالث بنانے والے یعنی کسی تنازعے کے ہر دو فریق کو مُحَكَّم یا مُحَكَّم کہا جاتا ہے۔ (2)

قاموس المحيط میں اس کی وضاحت اس طرح کی گئی ہے

(الحکم) بالضم: القضاء، ج: أحكام۔ وقد حکم علیہ بالامر حکماً وحکومة و بینہم کذلک۔ والحاکم: منفذ الحکم کالحکم، محرکة، ج: حکام۔ وحاکمہ الی الحاکم: دعاہو خاصمہ۔ وحکمہ فی الامر تحکیمہ: أمره أن یحکم۔ فاحتکم وتحکم: جاز فیہ حکمہ۔ والاسم: الاحکومة والحکومة (3)

ترجمہ:- حکم پہلے حرف پر پیش کے ساتھ، فیصلے کو کہتے ہیں۔ اس کی جمع احکام ہے اس کا صلہ علیٰ اور بین، دونوں سے آتا ہے اور حکم کا مصدر حکم بھی ہے اور حکومت بھی۔ جبکہ حاکم اس کو کہتے ہیں جو حکم نافذ کرتا ہے، جیسا کہ حکم، کاف پر زبر کے ساتھ، ان کی جمع حکام آتی ہے۔ اور جب کہا جاتا ہے حاکمہ الی الحاکم تو مراد ہوتی ہے جھگڑا ختم کرنے کیلئے اس کو حاکم کے پاس لے گیا، اور جب حکمہ فی الامر تحکیمہ کہا جاتا ہے تو مراد ہوتی ہے: اسے حکم بنایا اور فیصلہ کرنے کو کہا۔ یہ کلمہ جب باب افتعال اور تفعیل سے آتا ہے تو معنی ہوتا ہے کہ اس معاملے میں اس کے حکم کو روار کھا۔ جبکہ اس کلمے سے اسم حکومت بھی آتا ہے اور حکومت بھی۔

تجکیم کے اصطلاحی معنی

فقہاء کرام نے کئی عبارات کے ساتھ تجکیم کی تعریف کی ہے مجاہد الاحکام العدلیہ نے تجکیم کی تعریف یوں کی ہے۔

"التحکیم عبارة عن اتخاذ الخصمین حاکما برضاہما، لفصل خصوما تمہا ودعواہما" (4)

ترجمہ:- کسی تنازع کے فریقین کا اپنے باہمی تنازع اور دعویٰ کے حل کیلئے اپنی باہمی رضامندی سے کسی کو ثالث بنانا تجکیم کہلاتا ہے۔

علامہ البرقانی نے اس کا معنی یوں لکھا ہے۔

”تولية الخصمين المتنازعين حكما يحكم بينهما فيما تنازعا فيه فيكون الحكم بين الخصمين

كما لفاضى فى حق كافة الناس وفى حق غيرهما بمنزلة المصلح“ (5)

ترجمہ:- تنازعے کے فریقین جب کوئی تنازعہ حل کرنے کے لئے کسی کو ثالث بنا دیتے ہیں تو اس طرح ثالث فریقین کے حق میں اس مقام کا حامل ہو جاتا ہے جیسے قاضی کو تمام لوگوں پر اختیار حاصل ہوتا ہے البتہ حکم کا مقام فریقین کے علاوہ دیگر لوگوں کے لئے مصلح جیسے ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا عبارت کی توضیح یوں کی گئی ہے۔

فحقیقة التحكيم ان يحتكم طرفان الى طرف ثالث يختار انه برضا هما ليكون حاكما

بينهما فى دعواهما بدلا من القاضى۔ (6)

ترجمہ:- ثالثی کی حقیقت یہ ہے کہ فریقین اپنی مرضی سے قاضی کی بجائے کسی تیسرے شخص کو اس بات کے لئے منتخب کریں کہ وہ ان کے درمیان ان کے دعووں کی روشنی میں فیصلہ کرے۔

عصر حاضر کے بعض عرب محققین نے تجکیم کی تعریف یوں کی ہے۔

"عقد يتفق بموجبه شخصان او اكثر على ان يحيلوا الى شخص او اكثر الفصل بينهم

فى نزاع قائم فعلا او متوقع الحدوث فى المستقبل بخصوص تنفيذ عقد معين بدلا من

الالتجاء الى القضاء" (7)

ترجمہ:- تجکیم ایسا عقد ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ افراد اپنے مابین جاری تنازع یا مستقبل میں واقع ہونے والا تنازع میں قاضی کے پاس جانے کے بجائے ایک فرد یا ایک سے زیادہ افراد کو حل کرنے کا اختیار دینے پر اتفاق کر لیں۔

قرآن اور تجکیم

تجکیم کے متعلق قرآن میں کئی مقامات پر احکامات نازل ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک اہم موقع وہ ہے جب خاندان میں

خاوند اور بیوی کے درمیان حالات کشیدہ ہو جائیں۔ خاندانی تنازعات کی اہمیت اس لئے بھی زیادہ ہے کہ ان اکائیوں سے معاشرہ بنتا ہے۔ اگر خاندانوں کے اندر چپقلش ہو تو معاشرہ کبھی بھی استحکام پذیر نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے ان جیسے حالات میں سب سے پہلے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو نصیحت کرو، پھر اگر وہ فرمانبرداری اختیار نہ کریں تو ان کے بستر الگ کر دو، اس سے بھی اگر وہ فرمانبرداری اختیار نہ کریں تو ہلکی مار سے کام لو۔

واللاتى تخافون نشوزهن فعظوهن واهجروهن فى المضاجع واضربوهن فان اطعنكم

فلا تبغو اعليهن سبيلا ان الله كان عليا كبيرا۔ (8)

ترجمہ:- وہ بیویاں جو نافرمانی کی مرتکب ہوں پہلے تو ان کو نصیحت کرو اور انہیں بستروں میں جدا کرو اور انہیں مارو پھر اگر وہ اطاعت گزار بنتی ہیں تو ان پر زیادتی نہ کرو۔ اللہ برتر اور عظیم ذات ہے۔

اگر اس قسم کے اقدامات سے بیویاں سدھر گئیں تو ٹھیک ہے ورنہ حکم ہوا

وان خفتم شقاق بینہما فابعثوا حکما من اہله و حکما من اہلہا ان یریدا اصلاحا یوفق

اللہ بینہما ان اللہ کان علیہما خبیرا۔ (9)

ترجمہ:- اور اگر تمہیں زوجین کے درمیان ناچاقی پیدا ہونے کا ڈر ہو تو ایک ثالث خاوند کے خاندان والوں میں سے اور ایک ثالث بیوی کے خاندان والوں میں سے مقرر کرو۔ اگر زوجین کا ارادہ اصلاح احوال کا ہو گا تو اللہ تعالیٰ انہیں اس کی باہمی توفیق عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ جاننے والے ہیں اور ہر چیز سے باخبر ہے۔

اس حکم خداوندی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس سلسلے میں ذمہ دار لوگوں کی غفلت اسلام میں قطعاً پائیدار ہے۔ البتہ اس اہم فریضہ کے نبھانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ثالث کی ثالثی کو ترجیح دی کیونکہ اس میں مصالحت کا پہلو غالب ہوتا ہے۔ قاضی کی جبر سے اگر ان کے درمیان کوئی فیصلہ ہوتا بھی ہے، تو اگر ان کے دلوں کی کدورت دور نہ ہو تو اس میں پائیداری نہیں آسکتی۔

اس طرح ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

سماعون للکذب اکلون للسحت فان جاء وک فاحکم بینہم او اعرض عنہم وان

تعرض عنہم فلن یضروک شیا۔ وان حکمت فاحکم بینہم بالقسط ان اللہ یحب المقسطین

وکیف یحکمونک وعندہم التوراة فیہا حکم اللہ ثم یتولون من بعد ذلک وما اولئک

بالمؤمنین۔ (10)

ترجمہ:- اے پیغمبر! (یہود) بہت زیادہ جھوٹ سننے والے اور حرام کھانے کے عادی ہیں۔ اگر آپ کے پاس کوئی فیصلہ دینے کے لئے آئیں، تو اگر آپ ان کے درمیان کوئی فیصلہ کریں یا ان کو نظر انداز کریں یہ تجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اور اگر آپ ان کے درمیان کوئی فیصلہ کریں تو انصاف کے ساتھ کریں۔ بیشک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔ اور یہ تمہیں کیسے فیصلہ کرنے والا بناتے ہیں حالانکہ ان کے پاس توراہ ہے جس میں حکم خداوندی موجود ہے۔ پھر بھی یہ اللہ کے حکم سے منہ موڑتے ہیں۔ درحقیقت یہ مومن نہیں ہیں۔

ان آیات کی شان نزول کے بارے میں احادیث میں وارد ہے کہ یہود حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک زانی مرد اور عورت کے بارے میں حکم پوچھنے لگے۔ حضور نے فرمایا کہ توراہ میں رجم کے بارے میں کیا حکم ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو صرف ان کی تذلیل و تحقیر کرتے ہیں اور انہیں کوڑے لگائے جاتے ہیں۔ عبد اللہ بن عبد السلام نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو توراہ میں رجم کی آیت موجود ہے، چنانچہ رجم کی آیت دیکھی گئی۔ حضور نے دونوں کو رجم کرنے کا حکم دیا اور انہیں رجم کیا گیا (11)

ان آیات سے تحکیم کی واضح مشروعیت معلوم ہوتی ہے جیسے کہ فاحکم بینہم کے الفاظ سے واضح ہوتا ہے۔ حالانکہ تحکیم کی مشروعیت سے اسلامی سلطنت اور قاضی کے اختیارات متاثر ہوتے ہیں۔ لیکن شرع نے ایک طرف حکومتی منصب دار کے ذریعے اس کا تدارک کیا اور دوسری طرف ثالثی کی اجازت دیدی تاکہ قاضی کا بوجھ ہلکا کیا جاسکے۔ البتہ یہاں پر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ثالث صرف مالی معاملات جیسے امور کا تصفیہ کر سکتا ہے حدود اور فوجداری مقدمات کا تصفیہ کرنے کا ثالث مجاز نہیں ہے۔

نیز نبی کریم ﷺ چونکہ اس وقت مسلمانوں کے امام اور بادشاہ تھے اور مدینہ منورہ کی اسلامی حکومت کی رعیت میں یہود بھی شامل تھے اس لیے حضور کی فرمان پر ان پر حدِ رحم جاری کیا گیا۔۔۔

حدیث اور تحکیم

حدیث سے بھی ثابثی کی مشروعیت واضح ہے اور بہت سی احادیث اس سلسلے میں حضور ﷺ سے منقول ہیں۔

عن شریح بن ہانی عن ابیہ ہانی انہ لما وفدالی رسول اللہ ﷺ مع قومہ سمعہم وہم یکنون ہانی ابالحکم ، فدعاه رسول اللہ ﷺ فقال ان اللہ هو الحکم والیہ الحکم فلم تکنی ابالحکم ؟ قال ان قومی اذا اختلفوا فی شی آتونی فحکمت بینہم فرضی عنی کلا الفریقین قال رسول اللہ ﷺ ما احسن هذا فما لک من الولد ؟ قال لی شریح و عبد اللہ و مسلم۔ قال فمن اکبرہم ؟ قال شریح قال فانت ابو شریح و دعالہ ولولده (12)

ترجمہ:- شریح بن ہانی اپنے والد ہانی سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں اپنی قوم کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے میری قوم والوں کو مجھے ابوالحکم کہتے ہوئے سنا۔ حضور نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ حکم تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور حکم اللہ ہی کا چلتا ہے آپ نے ابوالحکم کنیت کیوں رکھی ہے؟ ہانی نے عرض کی کہ میری قوم والوں کے درمیان جب کسی بات پر اختلاف پیدا ہوتا ہے تو وہ میرے پاس آتے ہیں میں ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہوں اور اس سے دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ یہ تو بڑی اچھی بات ہے لیکن کیا آپ کی اولاد ہے۔؟ میں نے عرض کی کہ شریح، عبد اللہ اور مسلم میرے بیٹے ہیں۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ ان میں بڑے کون سے ہیں؟ میں نے عرض کی کہ شریح۔ حضور نے فرمایا کہ اب شریح ہیں اور میرے لیے اور میرے بیٹے کے لیے دعا فرمائی۔

اس حدیث سے تحکیم کی مشروعیت پر واضح دلالت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ حضور نے ابوالحکم کنیت رکھنے کی وجہ جان کر خوشی کا اظہار فرمایا۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو سعید الخدری سے روایت ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں

قال نزل اهل قريظة على حكم سعد بن معاذ فارسل النبي ﷺ الى سعد فاتي على حمار فلما دنا من المسجد قال لولا نصار قوموا الى سيدكم او خيركم فقال هولاء نزلوا على حكمك فقال تقتل مقاتليهم وتسبى ذراريهم قال قضيت بحكم الله (13)

ترجمہ:- بنو قریظہ نے سعد بن معاذ کے حکم پر قلعے سے اترنے پر راضی ہوئے۔ چنانچہ حضور نے سعد کو بلایا۔ وہ ایک گدھے پر سوار ہو کر آئے جب مسجد کے قریب پہنچے تو حضور نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار کو لینے کے لیے اٹھو۔ پھر حضور نے فرمایا کہ یہ لوگ آپ کے فیصلے پر قلعہ سے اترے ہیں۔ سعد بن معاذ نے کہا کہ میرا فیصلہ

یہ ہے کہ ان میں سے جو لڑائی لڑنے کے قابل ہیں ان کو قتل کیا جائے اور چھوٹے بچوں کو غلام بنایا جائے حضور نے فرمایا کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ اس حدیث میں حضور کے عمل سے تجکیم کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ آپ ﷺ نے سعد بن معاذ کے فیصلہ کی تصویب و تحسین فرمائی اور پیغمبر کسی ایسی چیز کی تحسین نہیں فرما سکتے جو دین کے بنیادی قواعد و اصول کے خلاف ہو۔

تعالل صحابہ اور تجکیم

تجکیم کے ذریعے فیصلہ کرنا صحابہ کرام کے تعالل سے بھی ثابت ہے، یہاں مختصر آئی روایات ذکر کی جاتی ہیں۔

1: عن جریر بن عبد الحمید عن ابی اسحق الشیبانی عن الشعبي قال ساوم عمر بن الخطاب بفرس فرکبه ليشوره فعطب فقال للرجل خذ فرسك فقال الرجل لا ، قال اجعل بيني وبينك حكماً قال الرجل شريح۔ فتحاكما اليه فقال شريح يا امير المؤمنين خذ ما ابتعت اورد كما اخذت ، فقال عمر وهل القضاء الا هكذا؟ سرالى الكوفة، فبعته قاضياً عليها (14)

ترجمہ:- جریر بن عبد الحمید، ابی اسحاق سے اور ابی اسحاق شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر ایک گھوڑا خریدنے سے پہلے اسے دیکھنے کے لیے اس پر سوار ہوئے۔ اس دوران گھوڑا گر کر زخمی ہوا۔ حضرت عمر نے بائع سے کہا کہ گھوڑا لے لو۔ اس نے کہا نہیں۔ حضرت عمر نے کہا کہ پھر کسی کو ثالث بناؤ۔ گھوڑے کے مالک نے کہا کہ شریح کو ثالث بتاتے ہیں۔ چنانچہ دونوں نے اس کو ثالث بنایا۔ شریح نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین! جو چیز آپ نے لی ہے وہ لے لیا پھر جس طرح کی لی تھی ویسے ہی واپس کر دو۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ فیصلہ تو ایسا کیا جاتا ہے۔ اور حکم دیا کہ کوفہ چلو اور اسے کوفہ کا قاضی مقرر کیا۔

2: حضرت عمر اور حضرت ابی کعب نے اپنے تنازع میں حضرت زید بن ثابت کو ثالث بنا کر فیصلہ کرنے کا اختیار دیا تھا۔ بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ امام شعبی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور ابی بن کعب کے درمیان خصومت تھی۔ تو عمر نے فرمایا

اجعل بيني وبينك رجلا، فقال: فجعلنا بينهما زيد بن ثابت الخ (15)

ترجمہ:- کسی کو میرے اور اپنے درمیان حکم مقرر کر لیجئے، چنانچہ دونوں نے زید بن ثابت کو حکم اور ثالث مقرر کیا۔ دونوں حضرات زید بن ثابت کے پاس پہنچ گئے۔ عمر نے فرمایا کہ ہم آپ کے پاس فیصلہ کروانے آئے ہیں۔ زید بن ثابت کے گھر میں ناشی ہو ا کرتی تھی۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ زید نے ابی بن کعب سے فرمایا۔ قسم امیر المؤمنین پر آتی ہے اگر آپ چاہیں تو معاف کریں۔ راوی کہتا ہے کہ جس وقت یہ حضرات حضرت زید کے پاس آئے تو انہوں نے عمر کو اپنے بستر پر نمایاں جگہ بٹھایا۔ عمر فرمانے لگے کہ یہ تو تیری پہلی بے انصافی ہے مجھے

اور میرے خصم کو ایک ساتھ بٹھا دیجئے۔ چنانچہ دونوں نے اپنا مدعا بیان کیا حضرت عمر نے قسم کھائی تو فیصلہ اس کے حق میں دے دیا گیا۔

3: اس طرح حضرت طلحہ اور حضرت عثمان بن عفان نے زمین کے تنازعہ میں حضرت جبیر بن مطعم کو حکم بنا کر فیصلہ کرنے کا اختیار دیا تھا (16)

4: خلیفہ رابع حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد جب اہل کوفہ نے حضرت حسن بن علیؓ کے ہاتھ اور اہل شام نے حضرت امیر معاویہ کے ہاتھ بیعت کی اور پھر دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل آگئے اور قریب تھا کہ دونوں میں جنگ شروع ہو جائے لیکن ان کے درمیان حضرت عبدالرحمن بن سمرہ اور عبداللہ بن عامر نے مصالحتی کردار ادا کر کے صلح پر راضی کیا (17)

5: حضرت عمر نے اپنے دور خلافت میں قاضیوں کے نام ایک فرمان جاری کیا تھا کہ رشتہ داروں کے باہمی مقدمات کو ان کی برادری میں واپس کیا کرو تا کہ وہ آپس میں بیٹھ کر باہمی صلح کی کوئی صورت نکالا کریں آپ کے فرمان کے الفاظ یہ ہیں

رُدو القضاة بين ذوى الارحام حتى يصطلحوا فان فصل القضاء يورث الضغائن (18)

ترجمہ۔ رشتہ داروں کے باہمی مقدمات کو انہی میں واپس کر دو تا کہ وہ خود آپس میں صلح کی صورت نکال لیں کیونکہ قاضی کا فیصلہ دلوں میں بغض و عداوت پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔

فقہاء کرام نے تحکیم، جرگہ اور پنچائیتی فیصلوں کے لئے حضرت عمر کے اس فرمان کو خاص بنیاد بنایا ہے نیز فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگرچہ حضرت عمر کا یہ فرمان رشتہ داروں کے باہمی فیصلوں سے متعلق ہے لیکن جو علت اور حکمت اس فرمان میں مذکور ہے کہ عدالتی فیصلوں سے دلوں میں بغض اور عداوت پیدا ہوتی ہے وہ علت رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں دونوں میں عام ہے لہذا غیر رشتہ داروں میں بھی اس طریقہ کار کو جاری رکھنا چاہئے۔ (19)

6: حضرت عمر نے ایک مرتبہ مسجد نبویؐ کی توسیع کیلئے حضرت عباس سے زمین طلب کی انھوں نے انکار کر دیا دونوں نے سید القراء حضرت ابی بن کعب کو اپنے درمیان حکم بنا کر فیصلہ کرنے کا اختیار دیا اور دونوں نے حضرت ابی بن کعب کا فیصلہ تسلیم کر لیا (20)

7: حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہ کے مابین ہونے والی جنگ صفین کے بعد دونوں فریقین تحکیم پر راضی ہوئے حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو اور حضرت امیر معاویہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاصؓ کو حکم بنایا گیا اور دونوں فریقین نے حکمین کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا (21)

قیاس سے تحکیم کا جواز

قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ تحکیم جائز ہو اس کی دو عقلی وجوہات ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1- جس طرح حکم بنانے والے متنازع فریقوں کو اپنے اوپر ولایت حاصل ہوتی ہے اس طرح ان کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ کسی اور کو اپنے اوپر ولایت دیں اور فیصلہ کا اختیار کسی اور کو سونپ دیں۔

2- اگر تحکیم کے عدم جواز کا قول کیا جائے تو لوگوں کے لئے تنگی اور مشکل پیدا ہوگی اور یہ بھی معلوم ہے کہ اشیاء میں اصل اباحت ہے جب تک حرمات اور عدم جواز کی طرف لے جانے والی دلیل موجود نہ ہو۔ چونکہ تحکیم کے جواز والے قول میں لوگوں

کے لئے آسانی ہے وقت بھی کم خرچ ہوتا ہے اور قاضی تک رسائی بعض لوگوں کے لئے مشکل ہوتی ہے اور یا اس کے سامنے پیش ہونے میں حرج محسوس کرتے ہیں اس لئے تعلیم کا جائز ہونا عقل اور قیاس کا تقاضہ ہے۔

ما قبل شریعتوں میں تعلیم کا ثبوت

اسلامی تعلیمات کی رو سے قرآن حدیث اور اجماع امت سے ثالثی کی مشروعیت ثابت ہونے کے بعد اگر ہم دیکھیں تو ما قبل کی شریعتوں سے بھی ثالثی کی مشروعیت واضح ہے۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے۔

قال قال رسول الله ﷺ بينما امرأتان معهما ابناهما جاء الذئب فذهب بابن احدهما، فقالت هذه لصاحبها انما ذهب بابنك انت، وقالت الأخرى انما ذهب بابنك، فتحاكما إلى داود عليه السلام ففضى به للكبرى، فخرجت على سليمان بن داود عليهما السلام فاخبرتا، فقال اتنوني بالسكين اشقه بينكما، فقالت الصغرى لا تفعل ير حمك الله هو ابناهما فضى به للصغرى۔ (22)

"رسول ﷺ نے فرمایا کہ دو عورتیں تھیں ہر ایک کے پاس اس کا اپنا بیٹا تھا۔ اس دوران بھیڑیا ان میں سے ایک کا بیٹا لے گیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا کہ بھیڑیا تیرا بیٹا لے گیا ہے دوسرے نے کہا کہ نہیں بلکہ تیرا بیٹا لے گیا۔ دونوں داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ لے گئیں۔ داؤد نے بڑی عورت کے حق میں فیصلہ کیا۔ واپس جاتے ہوئے حضرت سلیمان پر سے ان دونوں عورتوں کا گزر ہوا اور ماجرا سنایا۔ سلیمان نے کہا کہ ایک اچھی چھری لے آؤ تاکہ میں اسے دو ٹکڑے کر کے ان میں تقسیم کر دوں۔ چھوٹی نے عرض کیا کہ اس کے ٹکڑے مت کرو یہ اس کا بیٹا ہے۔ چنانچہ سلیمان نے چھوٹی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔"

اس قصہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تعلیم گزشتہ شراعیع میں بھی مشروع تھی۔

تعلیم کی مشروعیت کی حکمت

اسلام کے ہر اصول کے پس پشت کوئی نہ کوئی فلسفہ اور مقصد کار فرما ہوتا ہے خواہ اس کا تعلق فرد کے ساتھ ہو یا معاشرے کے ساتھ یا حکومت کے ساتھ۔ پھر معاشرتی زندگی میں لوگوں کے حقوق و فرائض آپس میں مربوط ہوتے ہیں اور آئے روز اس قسم کے معاملات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ اس لیے اسلام نے اس کے حل کے لیے آسان طریقہ کار کو ترجیح دی ہے اور یہ آسانی جس قدر تعلیم یعنی ثالثی میں ہے عدالتی نظام میں موجود نہیں ہے۔ تعلیم میں تنازعہ تصفیہ ہونے کے ساتھ ساتھ دلوں کی کدورت بھی جاتی رہتی ہے کیونکہ اس میں مصالحت کا پہلو غالب رہتا ہے۔ مسعودی لکھتے ہیں۔

ثم ان حاجة الناس الى التحكيم لم تنزل قائمة لدفع المشقة عن العباد مصداقا لقوله تعالى يريد الله بكم اليسر ولا يريد بكم العسر (قرآن، البقرة: 185) فلولم يجز التحكيم لضاق الامر على الناس، لا نه يصعب عليهم الحضور الى مجلس الحكم كلما نشأت خصومة فتعين العمل بالتحكيم للحاجة وطالمان عملية الترافع امام المحاكم تستدعى

اطالة زمن التقاضى لطبيعة الاجراءات المتبعة امام المحاكم ، مما يؤدى الى اضارة الوقت واهدان الجهد كما انه قد يضيق وقت الحاكم عن استيعاب قضاياها ، فيترتب على كل ذلك اضاءة بعض الحقوق ، من اجل ذلك كله اوجب الشرع العمل بالتحكيم لدفع المشقة عن الناس والتيسير عليهم (23)

"ثالثی کے لیے لوگوں کا احتیاج ہمیشہ سے رہا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے لوگوں کی مشکلات میں کمی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بھی یہی چاہتے ہیں کہ لوگوں پر آسانی رہے اور انہیں تنگی کا سامنا نہ ہو اور اگر تحکیم تک لوگوں کی رسائی نہ ہو تو لوگ تنگی میں پڑ جاتے ہیں کیونکہ ہر تنازعہ کے پیش آنے پر قاضی کے عدالت میں حاضر ہونا مشکلات کا سبب بنتا ہے۔ اس لیے تحکیم کا جواز ضروری ہے خصوصاً جب قاضی کی عدالت میں پیش ہونا معاملے کے طویل ہونے کا سبب بنے کیونکہ قاضی عدالتی معاملات کے ایک نہ ختم ہونے والے سلسلے میں مصروف ہوتا ہے جس سے تنازعے کے فریقین کا وقت ضائع ہوتا ہے اور حاکم وقت کی مصروفیات میں بھی غیر ضروری اضافہ ہوتا ہے ان باتوں سے بعض حقوق کے ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے چنانچہ شریعت نے تحکیم پر عمل کرنے کے کی اجازت دے رکھی ہے تاکہ لوگ مشکلات میں واقع نہ ہوں اور ان کیلئے آسانی رہے۔"

اسلام میں تحکیم (ثالثی) کی اہمیت

اسلام دین فطرت ہے۔ اس نے اپنے پیروکاروں کی رہنمائی ہمیشہ ایسے ضابطہ حیات کی طرف کی ہے جس پر عمل درآمد آسان اور سہل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضورؐ کو جب بھی دو باتوں کے درمیان اختیار دیا گیا آپ نے آسان تر کو عمل کیلئے اختیار فرمایا۔ انسان اجتماعی زندگی کے بغیر ضروریات زندگی کی تکمیل نہیں کر سکتا اور اجتماعی زندگی میں مفادات کے حصول میں ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراؤ انسان کی پہلی نسل سے چلا آ رہا ہے۔ ٹکراؤ کے نتیجے میں تنازعات پیدا ہوئے اور تنازعات کے حل کی ضرورت نے انسان کو تصفیے کا شعور دیا۔ چنانچہ یہاں سے تحکیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور لوگ تحکیم سے مانوس ہونے لگے لوگوں کے تنازعات بغیر خون خرابہ کے طے ہونے کا آغاز ہوا تو

لوگوں کو جان و مال کے تحفظ کا احساس ہونے لگا۔

تحکیم کی اہمیت علامہ مسعودی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

كان نظام الجماعات القديمة يقوم على المصلحة المعتمدة على القوة ، غير ان ذلك لم يدم طويلا حيث حل التصالح والتحكيم محل القوة بفضل نفوذ رؤساء الجماعات وذوى الرأى فيهم الذين ادركوا ان مصلحتهم عدم الاحتكام الى القوة ، لما تجرهم عليهم من حروب وويلات طالما وجدوا وسيلة اخرى لفض منازعتهم ، يصونون بهادئهم ويحفظون اموالهم وعلاقاتهم مع غيرهم۔ (24)

"قدیم زمانے میں لوگ اپنی بہتری اور مفاد طاقت میں مضمر سمجھتے تھے لیکن یہ سلسلہ زیادہ عرصہ نہ چلا کیونکہ چاقوت کی جگہ صلح اور تحکیم نے لے لی جب قبیلوں کے سرداروں اور صاحب الرائے لوگوں کو یہ ادراک ہوا کہ ان کی بھلائی طاقت کے حصول اور اس کے استعمال میں نہیں ہے کیونکہ طاقت کے حصول کی کوشش کی وجہ سے جنگیں بھڑک اٹھتی ہیں اور مصائب ٹوٹ پڑتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ تنازعہ کے تصفیہ کے لیے تحکیم کا آپشن بھی موجود ہو جس کی وجہ سے لوگوں کا خون اور ان کے مال و متاع محفوظ کیے جاسکتے ہیں نیز اس کی بدولت ایک دوسرے کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کئے جاسکتے ہیں۔"

پھر جب لوگوں نے دیکھا کہ خصومات کے خاتمے کیلئے تحکیم آسان ترین طریقہ ہے ثالث کے تقرر سے مختصر وقت میں کسی تنازعہ امر کا تصفیہ جبر سے نہیں بلکہ باہمی رضامندی اور صلح سے ہو جاتا ہے، انصاف کے تقاضے بھی پورے ہو جاتے ہیں اور غیر معمولی خرچے اور اخراجات بھی نہیں آتے ہیں تو انہوں نے اس عمل کو تحسین کی نظروں سے دیکھا اور جب تک منظم حکومتوں کے قیام کے ساتھ عدالتی نظام کا قیام عمل میں نہیں آیا حصول انصاف کیلئے تحکیم ہی واحد ذریعہ تھا۔ (25)

مابعد التاریخ کے ادوار میں سب سے پہلے یونانی معاشرہ تحکیم سے مستفید ہوا اور اس کی وجہ سے ان کے شخصی اور گروہی اختلافات حل ہونے کی ابتداء ہوئی، تحکیم ہی کے ذریعے سے انہوں نے دینی، دنیاوی، معاشی اور معاشرتی مسائل کے حل کا طریقہ نکالا، وقت کے ساتھ ساتھ تحکیم کی شکل و صورت بھی مختلف ادوار میں تبدیل ہوتی رہی۔ ابتدا میں مدعی اور مدعا علیہ کو مختلف قسم کی کڑی آزمائشوں سے گزارا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر اہلنے پانی میں ہاتھ ڈالنا، تپتے انگاروں کو ہاتھ میں لینا یا ان پر چلنا وغیرہ۔ بعض اوقات فریقین کو بھڑایا جاتا تھا اور جو غالب آتا فیصلہ اس کے حق میں کیا جاتا۔ (26)

عربوں میں اسلام سے پہلے کوئی منظم شخصی یا عوامی حکومت موجود نہیں تھی جو طاقت کے ساتھ معاشرتی جرائم کی روک تھام کرتی۔ ہر قبیلے کا ایک سردار ہوتا تھا جو قبیلے کے اندرونی اور بیرونی معاملات کا تصفیہ مروجہ طور طریقوں کے مطابق کرتا۔ سردار چونکہ اپنے دور کے لحاظ سے صاحب بصیرت اور ذی رائے ہوتا تھا اس لیے لوگوں کے پاس اس کا فیصلہ ماننے کے علاوہ کوئی اور چارہ کار باقی نہ رہتا۔ کبھی کبھار دو قبیلوں کے درمیان کوئی تنازعہ اٹھ کھڑا ہوتا جس کیلئے کسی تیسرے قبیلے کے سردار کو حکم بنا کر اس سے تصفیہ کرایا جاتا تھا۔ بعض اوقات ایک قبیلہ کے دو افراد کے درمیان سردار بننے پر تنازعہ پیدا ہوتا اور اس کا فیصلہ بھی کسی تیسرے قبیلہ کے سردار کے تقرر سے ہوتا۔ تنازعات کا فیصلہ کرانے کیلئے وقتاً فوقتاً کاہنوں سے بھی مدد لی جاتی تھی۔ مشہور حکم افراد کے سلسلے میں مورخین نے کئی نام ذکر کیے ہیں جن میں سے حاجب بن زرارہ، اقرع بن حابس، قس بن ساعدہ، اکثم صیفی اور عبدالمطلب بن ہاشم مشہور تھے۔ ڈاکٹر شہناز صاحب لکھتے ہیں

"اسلام سے قبل یعنی زمانہ جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ تنازعات کا فیصلہ طے کرنے کیلئے فریقین کسی کو حکم بنا لیتے تھے اور اس کے فیصلہ کا انتظار کرتے پھر اگر حکم کا فیصلہ فریقین میں سے کسی کیلئے قابل قبول نہ ہوتا تو وہ کسی اور کو حکم بناتا، اگر اس کا فیصلہ بھی منظور نہ ہوتا تو کسی تیسرے شخص کو حکم بنایا جاتا اور یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہتا تاکہ فریقین کسی ایسے حکم کی تلاش و جستجو میں رہتے جس کا فیصلہ دونوں کیلئے قابل قبول ہو، یوں یہ طریقہ کار عہد رسالت تک جاری تھا۔" (27)

العجلائی کہتے ہیں

كان الناس اول الامر يملون خصوماتهم بطريقة التحكيم التي عرفوها في الجاهلية و كانوا بالخيار بين القبول بقضاء الحكم او رفضه حتى ان بعضهم احتكم الى رسول الله ﷺ نفسه ولم يرض بحكمه، فنزلت هذه الآية فلا وربك لا يؤمنون---- الخ (28)

"شروع شروع میں لوگ اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تحکیم کے طریقہ سے کرتے تھے جو انہوں نے زمانہ جاہلیت ہی سے سیکھ رکھا تھا اور حکم کا فیصلہ ماننے یا رد کرنے میں وہ آزاد تھے، یہاں تک کہ ان میں سے کسی نے اپنا کیس نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا لیکن آپ ﷺ کے فیصلہ سے راضی نہ ہو۔ چنانچہ یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم---- الخ (29)

ترجمہ:- نہیں (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تمہیں فیصلہ نہ مانے۔

حضور کے منصب قضاء سنبھالنے اور تائید الہی آجانے کے بعد زمانہ جاہلیت کا وہ رواج ختم ہوا کہ ایک قاضی یا حکم کا فیصلہ منظور نہ ہو تو دوسرے اور تیسرے کے پاس جا کر مقدمہ پیش کیا جائے اور جب تک من پسند فیصلہ سامنے نہ آئے حکم بنانے کا سلسلہ جاری رہے۔ چنانچہ اسلامی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی ریاست کے باشندوں پر لازمی قرار دیا گیا کہ وہ اپنے تنازعات کا فیصلہ بارگاہ نبوی سے کرائیں۔ اور جو بھی فیصلہ اس عدالت عظمیٰ سے صادر ہو اس کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔

اسلام جب اپنی تمام تر شفقتوں کے ساتھ جزیرہ العرب پر سایہ فگن ہوا اس نے حق و انصاف کا بول بالا کرنے اور لوگوں کی آسانی کیلئے عربوں کے اس روایتی طریقے یعنی تحکیم کو غیر معمولی اہمیت دی، حقوق اللہ کی بجائے حقوق العباد پر زور دیا اور حقوق العباد کی بہتر ادائیگی میں سہل الحصول انصاف کو کلیدی حیثیت عطا کی ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں معاشرہ بہت سادہ تھا۔ پیچیدہ معاشی اور معاشرتی زندگی سے لوگ قطعاً واقف تھے۔ اس دور کا اہم معاملہ گھریلو زندگی کا ہوتا تھا کیونکہ اسی پر پورے خاندان کی صلاح و بقاء کا دارومدار ہوتا تھا جو بالواسطہ طور پر معاشرہ کو شکست و ریخت سے تحفظ دینے کی ضمانت بنتا تھا۔ چنانچہ گھریلو ناجاتی کے تصفیہ کیلئے اللہ تعالیٰ نے تحکیم کا حکم دیا۔ ارشاد ہوا۔

وان خفتم شقاق بينهما فابعثوا حكمان من اهله وحكمان من اهلها ان يريدوا اصلاحا يوفق الله بينهما (30)

"اگر تمہیں زوجین کے درمیان چپقلش پیدا ہونے کا ڈر ہو تو ایک حکم خاوند کے خاندان کی طرف سے اور ایک بیوی کے خاندان کی طرف سے مقرر کرو۔ اگر زوجین کا اصلاح احوال کا ارادہ ہو اللہ تعالیٰ انہیں اس کی توفیق دے گا۔"

تحکیم کے بارے میں اگر ہم عمیق انداز سے غور و فکر کریں تو اس میں دو قسم کی بھلائی ہے ایک تو یہ کہ اس کے ذریعے مختلف فیہ معاملہ حل ہو جاتا ہے اور دوسری یہ کہ قاضی کی عدالت کی برعکس معاملہ صلح کے ذریعے سے طے پا جاتا ہے جس کی وجہ

سے دلوں کی کدورت اور بغض ختم ہو جاتا ہے علاوہ ازیں تحکیم کی صورت میں معاملات حل کرنے میں آسانی کا پہلو بھی موجود ہے جو اسلام کو مطلوب ہے ارشاد خداوندی ہے۔

یرید اللہ بکم الیسرولا یرید بکم العسر (31)

”اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔“

اور یہ بات واضح ہے کہ آسانی تحکیم میں ہے کیونکہ فریقین جہاں کہیں بھی ہوں معمولی اُجرت پر ثالث مقرر کر کے اپنا تنازعہ حل کر سکتے ہیں اور یہ سہولت عدالتی نظام میں موجود نہیں۔ باقاعدہ عدالتی نظام میں قاضی سماعت کیلئے ایک خاص تاریخ مقرر کرتا ہے اس کا ایک خاص دفتر ہوتا ہے جہاں اپنی باری کا انتظار کرنا پڑتا ہے اور اس طرح اس میں جہد و مشقت اور وقت و مال کا ضیاع ہوتا ہے۔ طویل عدالتی نظام سے نجات، مالی بچت، دشمنیوں کا ختم ہونا، ثالثوں تک رسائی میں آسانی، شریعت کی پاسداری، خاندانی مسائل کی پردہ پوشی اور دیگر فوائد کی وجہ سے لوگ ریاست کے تشکیل کردہ عدالتی نظام کے بجائے اپنے مسائل تحکیم کے ذریعے حل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

خلاصہ بحث

اصطلاح شریعت میں تحکیم ایسا عقد ہے جس میں دو یا دو سے زیادہ افراد اپنے مابین جاری تنازع یا مستقبل میں واقع ہونے والا تنازع میں قاضی کے پاس جانے کے بجائے ایک فرد یا ایک سے زیادہ افراد کو حل کرنے کا اختیار دینے پر اتفاق کر لیں۔

تحکیم کی مشروعیت کتاب اللہ، سنت رسول، تعامل صحابہ، ما قبل کی شریعتوں اور قیاس سے ثابت ہے۔

اسلام سے پہلے عرب جاہلیہ میں تحکیم کا واضح تصور موجود تھا عرب کسی پیش آمدہ قضیے اور مسئلے میں درست حکم جاننے کیلئے عرفوں اور کاہنوں سے بھی رجوع کرتے تھے اور اپنے تنازعات میں ان کو حکم بناتے تھے

اسلام نے عوام الناس کی سہولت کے خاطر عرب جاہلیہ کے ان رسوم و رواجات بشمول تصور تحکیم کو سند جو از عطاء کی جو اسلام کی بنیادی تعلیمات کے ساتھ متصادم نہیں تھی۔

تنازعات کے حل کیلئے شریعت اسلامیہ نے آسان طریق کو ترجیح دی ہے اور یہ آسانی جس قدر تحکیم میں ہے عدالتی نظام میں موجود نہیں ہے تحکیم میں مصالحت کا پہلو غالب ہونے کی وجہ سے تنازعہ تصفیہ ہونے کے ساتھ ساتھ فریقین کے دلوں کی کدورتیں بھی ختم ہو جاتی ہیں نیز طویل عدالتی نظام سے نجات، مالی بچت، دشمنیوں کا ختم ہونا، ثالثوں تک رسائی میں آسانی، شریعت کی پاسداری، خاندانی مسائل کی پردہ پوشی اور دیگر فوائد کی وجہ سے لوگ ریاست کے تشکیل کردہ عدالتی نظام کے بجائے اپنے مسائل تحکیم کے ذریعے حل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

حوالہ جات

¹ ابن منظور، لسان العرب۔ مادہ۔ ح، ک، م

² البرقانی، مسعود عواد حمدان، التحکیم فی الشریعۃ الاسلامیۃ، ص 31، مکتبہ دارالایمان مدینۃ المنورہ، ط اول 1994

³ فیروز آبادی، محمد بن یعقوب، القاموس المحیط، مادہ، ح، ک۔ م

⁴ مجلۃ الاحکام العدلیہ، مادہ 1790

- ⁵ البرقانی، مسعود عواد حمدان، التعلیم فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص 33
- ⁶ ایضاً
- ⁷ مومن حسین، الوجیز فی التعلیم شروط اقسامہ اجراءاتہ احکامہ شرعاً قانوناً، بحث مقارن، ص 10 بیروت مطبعہ الفجر 1977
- ⁸ النساء، 35
- ⁸ النساء، 36
- ⁹ المائدہ، 42، 41
- ¹⁰ البرقانی، مسعود عواد حمدان، التعلیم فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص 64
- ¹¹ البرقانی، مسعود عواد حمدان، التعلیم فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص 65
- 12 ایضاً، ص 73
- 13 ایضاً، ص 74
- ¹⁴ البیہقی، احمد بن حسین، سنن البیہقی الکبریٰ، باب القاضی لا یتکلم، ج 10، ص 144، مکتبہ دارالباز مکتبہ المکرّمہ، 1994
- ¹⁵ ابن قدامہ، المغنی، ج 10، ص 190، مکتبہ القاہرہ، 1938
- ¹⁶ سخاری، صحیح البخاری، ج 3، ص 186، و بدرالدین عینی، عمدۃ القاری، ج 13، ص 284، دار احیاء التراث العربی بیروت طبعیم، 2001
- ¹⁷ یحییٰ بن حسین بن اسماعیل بن زید الحسینی الشری الجرجانی، ترتیب الآمالی التیمیسیہ، ج 2، ص 3، دارالکتب العلمیہ بیروت 2001
- ¹⁸ محمد شفیق، معارف القرآن، ج 2، ص 405
- ¹⁹ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ج 4، ص 22، 21
- ²⁰ مسعودی، علی بن حسین بن علی، مروج الذهب، ج 2، ص 442، دارالکتب العلمیہ بیروت، ط اول
- ²¹ قشیری، مسلم بن حجاج، صحیح المسلم، محولہ بالا، ج 2، ص 77
- ²² مسعودی، علی بن حسین بن علی، مروج الذهب، ج 2، ص 83
- ²³ مسعودی، علی بن حسین بن علی، مروج الذهب، ج 2، ص 19
- ²⁴ العجلانی، منیر، عبقریۃ الاسلام فی عہد الحکم، ص 326، دمشق، سن ندارد
- ²⁵ البرقانی، مسعود عواد حمدان، التعلیم فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص 20
- ²⁶ شہناز، نور احمد، ڈاکٹر، نفاذ حدود، ص 110
- ²⁷ العجلانی، منیر، عبقریۃ الاسلام فی عہد الحکم، ص 327
- ²⁸ النساء: 65
- ²⁹ النساء، 35
- ³⁰ البقرہ، 185
- ³¹ البقرہ، 185